❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت انسانیت
وقت 5-7 منٹ

”انسان ہونا، ہمارا انتخاب نہیں، قدرت کی عطا ہے“

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۔ ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ ۙ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ؕ (التین:5۔7)

خِلقتِ اِنس میں ہے اُنس و محبت کا خمیر
گر محبت نہیں بیکار ہے انساں ہونا
قابلِ رشک ہے اس خاک کے پتلے کا نصیب
جس کی قسمت میں ہو خاکِ درِ جاناں ہونا
رو کے کہتی ہے زمیں گر نہ سنے نامِ خدا
”ایسی بستی سے تو بہتر ہے بیاباں ہونا“
فعل دونوں ہی نہیں شیوۂ مردِ مؤمن
رونا تقدیر کو، تدبیر پہ نازاں ہونا

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے **”انسان ہونا، ہمارا انتخاب نہیں، قدرت کی عطا ہے۔“**

چند دن ہوئے مَیں اپنے خیر خواہوں کے Status دیکھ رہا تھا۔ جماعت احمدیہ کے لیے خدمات بجالانے والے ایک وفا شعار دوست کے سٹیٹس پر لکھا تھا۔

”انسان ہونا، ہمارا انتخاب نہیں، قدرت کی عطا ہے لیکن اپنے اندر انسانیت بنائے رکھنا ہمارا انتخاب ہے۔“

مَیں نے جب اس عبارت پر غور شروع کیا تو سورۃ التین کی آیت 5 میرے ذہن میں آئی۔ جس کی تلاوت مَیں تقریر کے آغاز پر کر آیا ہوں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

”یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ارتقائی حالت میں پیدا کیا۔ پھر ہم نے اُسے نچلے درجے کی طرف لَوٹنے والوں میں سب سے نیچے لَوٹا دیا۔ سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے۔ پس اُن کے لئے غیر منقطع اجر ہے۔“

سامعین! خالق کائنات اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر چیز کو پیدا کیا اُن میں بعض جاندار ہیں اور بعض بے جان۔ جاندار مخلوق کے بھی آگے دو حصے ہیں۔ اوّل نباتات اور درخت پودے وغیرہ اور دوم جاندار مخلوق جن میں انسان، جنّات، حیوانات، چرند پرند اور حشرات الارض یعنی کیڑے مکوڑے ہیں۔ یہ تمام مخلوق ایک دوسرے کے فائدہ کے لیے عمل پیرا ہیں مگر اِن میں سے سب سے اعلیٰ مخلوق جسے اشرف المخلوقات کا نام دیا گیا ہے وہ انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو سورۃ بنی اسرائیل آیت 7 میں بیان فرمایا ہے۔ ثُمَّ رَدَدۡنَا لَکُمُ الۡکَرَّۃَ عَلَیۡہِمۡ وَ اَمۡدَدۡنٰکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِیۡنَ وَ جَعَلۡنٰکُمۡ اَکۡثَرَ نَفِیۡرًا کہ ہم نے مخلوق کے ایک کثیر حصہ پر انسانوں کو بڑی فضیلت دی ہے۔

کسی نے انسان اور حیوان میں فرق کو یوں بیان کیا ہے کہ دونوں میں بہت سے کام سانجھے ہیں جیسے کھانا، پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ کرنا، لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل کے ساتھ زبان دی ہے۔ جس سے وہ اپنا مافی الضمیر بیان کر سکتا ہے اور اگلے کو قائل بھی کر سکتا ہے۔ نیز زبان سے تسبیحات اور تذکیرِ الٰہی کر کے اللہ کا پسندیدہ بندہ بھی بن سکتا ہے اور معاشرہ میں بسنے والے دیگر انسانوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرتا ہے نہ کہ جانوروں کی طرح وحشت پھیلانا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ (الرحمٰن:4-5) کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اسے مفاہمت و بیان بخشا ہے۔

اس ناطے جو انسان کا سب سے پہلا اور آخری فرض ہے وہ تشکرِ الٰہی ہے کہ اس اللہ نے ہمیں انسان بنایا۔ ہمیں تمام مخلوقات سے افضل بنایا۔ ہمیں سوچ اور عقل عطا کی۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیحات کرنے، اس کے رسول پر درود بھیجنے کے لیے اُس نے زبان عطا کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

انسان دراصل اُنسان تھا یہ دو اُنس اور دو محبتیں اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ سے محبت اور دوسرے اُس کی مخلوق سے محبت۔ یہ دو محبتیں اُنسان کو اِنسان بناتی ہیں۔

سامعین! آج کی تقریر کے عنوان کا دوسرا حصہ جو زیادہ اہمیت کا حامل ہے وہ ہے اپنے اندر انسانیت کو سمونا۔ یہ کام انسان کو خود کرنا ہے بعض انسان، انسان ہوتے ہوئے بھی اپنی عادات و اطوار کی وجہ سے وحشی بلکہ اس سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔ اِس لیے جو امور مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں اُن سے اپنے آپ کو مزیّن کرنا انسان کا اپنا خاصّہ ہے اور ہونا بھی چاہیے۔ اِس کے لیے سب سے پہلے ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو دیکھنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم کی تعلیم کی روشنی میں انسانیت کے بے نظیر درس دیے۔ قرآنِ کریم کی تعلیمات کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ سب لوگ بحیثیت انسان برابر ہیں اور سب کے حق مساوی ہیں حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروانوں کو حجّۃ الوداع کے موقع پر جو منشور دیا۔ وہ ہر مسلمان کو انسانیت اپنانے کا بہت اعلیٰ وارفع پیغام تھا۔ جس میں فرمایا کہ کسی عربی کو غیر عربی پر کوئی فوقیت نہیں اور نہ ہی غیر عربی کو عربی پر کوئی برتری حاصل ہے۔ کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر فضیلت نہیں دی اور یوں تمام قوموں اور نسلوں کے لوگ برابر ہو گئے اور بلا امتیاز اور بلا تعصّب تمام کے حقوق یکساں ہو گئے۔ اِسی اصول کو مدنظر رکھ کر اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق اور اُس سے خالص محبت کا میدان سر کیا جاسکتا ہے اور انسانیت کا باہم محبت اور اُنس کا پیوند بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

”قرآن شریف کا یہ مقصد تھا کہ حیوانوں سے انسان بناوے اور انسان سے با اخلاق انسان بناوے اور با اخلاق انسان سے باخدا انسان بناوے“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 329)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام انسان کے اندر انسانیت کے مضمون کو کیا ہی حسین پیرا یہ میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ

”آدم سے مراد کامل انسان ہے۔ جب انسان کامل آدم بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم سجدہ (اطاعت) کا دیتا ہے اور اس کے ہر ایک کام کو خدا تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے سے سر انجام کرتا ہے لیکن آدم کامل بننے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کا خدا سے سچا اور پکا تعلق ہو جب انسان ہر ایک حرکت اور سکون حکمِ الٰہی کے نیچے ہو کر کرتا ہے تو انسان خدا کا ہو جاتا ہے تب خدا انسان کا والی وارث ہو جاتا ہے اور پھر اس پر کوئی مخالفت سے دست اندازی نہیں کر سکتا لیکن وہ آدمی جو احکامِ الٰہی کی پرواہ نہیں کرتا خدا بھی اُس کی پرواہ نہیں کرتا... آدم علیہ السلام کامل انسان تھے تو فرشتوں کو سجدہ (اطاعت) کا حکم ہوا۔ اِسی طرح اگر ہم میں ہر ایک آدم بنے تو وہ بھی فرشتوں سے سجدہ کا مستحق ہے“

(الحکم 10/ فروری 1905ء صفحہ 4)

یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف آیت 12 میں بیان فرمایا:

وَلَقَدۡ خَلَقۡنٰکُمۡ ثُمَّ صَوَّرۡنٰکُمۡ ثُمَّ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ ٭ۖ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ لَمۡ یَکُنۡ مِّنَ السّٰجِدِیۡنَ یعنی یقیناً ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں صورتوں میں ڈھالا پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے لئے سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا ان سب نے سجدہ کیا۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ بنا۔

گویا انسانیت، انسان کو انبیاء کے زُمرہ میں بھی شامل کرتی ہے۔ عباداتِ الٰہیہ انسان کے اندر انسانیت پیدا کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے

اللہ تعالیٰ سورۃ الروم آیت 31 میں فرماتا ہے:

پس (اللہ کی طرف) ہمیشہ مائل رہتے ہوئے اپنی توجہ دین پر مرکوز رکھ۔ یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اُس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہ قائم رکھنے اور قائم رہنے والا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

سامعین! انسان کے اندر انسانیت لانے کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے ایک محاورہ کا استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ عمومی طور پر مائیں بچوں کو اُن کی شرارتوں پر یا بزرگ چھوٹے بچوں کو اُن کی غلط حرکتوں پر کہہ دیتے ہیں کہ ”انسان بنو“۔ اِس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہوتا کہ وہ انسان کے زُمرے سے باہر ہے۔ اِس کا مطلب صرف یہی ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں انسان پیدا کیا ہے جانور یا حیوان نہیں اس لیے اپنے آپ کو انسانیت سے مزیّن کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار جگہوں پر انسان کی پیدائش کے مراحل، اُس کا مقصد، اُس کی اہمیت، اُس کی فطرت اور اُس کی خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ جس میں سے اکثر کا کسی نہ کسی رنگ میں ذکر اوپر میں کر آیا ہوں۔ تاہم بعض خامیوں کا ذکر کرکے انسان کو انہیں دور کرنے اور انسانیت کو اپنے اندر پیدا کرنے کی تلقین فرمائی۔ جیسے سورۃ یونس آیت 13 اور سورۃ ہود آیت 10-11 میں انسان کی ناشکری، سورۃ معارج آیت 20-21 میں انسان کی بے صبری، سورۃ کہف آیت 55 میں انسان کے جھگڑالو ہونے، سورہ روم آیت 37 میں مصیبت کے وقت ناامید ہونے اور سورۃ علق آیت 7-8 میں انسان کے مالدار ہو کر سرکشی کرنے کا ذکر کرکے اِن بُرائیوں اور کمزوریوں کو ترک کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ تقریر کے اختتام پر اس کے پہلے حصہ کی طرف لوٹتے ہوئے سورۃ التین آیت 5-6 کے تحت لکھے گئے فٹ نوٹ کو بیان کرنا چاہوں گا جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ حضورؒ فرماتے ہیں:

"ان آیات میں انسان کے مسلسل ارتقاء کا ذکر ہے کہ کس طرح انسان کو ادنیٰ حالتوں سے اٹھا کر بلند ترین منصب پر فائز کیا گیا۔ تَقْوِیم کا لغوی معنے یہی ہے کہ کسی چیز کو ٹھیک ٹھاک کرتے ہوئے بہتر کرتے چلے جانا۔ اس کے بعد فرمایا کہ پھر ہم نے اس کو اس انتہائی ذلیل حالت کی طرف لوٹا دیا جہاں سے اس نے ترقی شروع کی تھی۔ اس سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کے ناشکرے اور فاسق بندے ہیں۔ وہ انسان ہوتے ہوئے بھی مخلوق میں سے بدترین ہو جاتے ہیں۔ سوائے مؤمنوں کے جن کے لئے اسی سورت میں لامتناہی ترقیات کی خوشخبری دی گئی ہے۔

اس امر کی دلیل کہ انسان بہترین ہونے کے باوجود بدترین مخلوق بھی بن سکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ آنے والے بدترین دَور میں ان لوگوں کے علماء "شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ" ہوں گے یعنی آسمان کے پردے کے نیچے بدترین مخلوق۔ (مشکوۃ، کتاب العلم)"

(قرآن کریم ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع صفحہ 1189)

سامعین! ابھی یہ تقریر تیاری کے مراحل میں تھی کہ میرے ایک اور خیر خواہ دوست نے جو پوسٹ مجھے شیئر کی وہ بھی سبق آموز ہے اور اِس کا تعلق بھی آج کی تقریر کے عنوان سے بہت گہرا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب عقاب شکار کے لئے لپکتا ہے تو تمام چرند پرند اور جانور الرٹ ہو جاتے ہیں اور آوازیں نکال کر دوسرے مختلف النوع جانوروں اور چرند پرند کو ہوشیار کرتے ہیں اور یہ تمام بلوں میں اور محفوظ جگہوں پر چلے جاتے ہیں جبکہ بعض انسان، بعض حکومتیں اور بعض قومیں دوسروں کو نیچا دکھلانے کے لئے ہر وہ حربہ استعمال کرتے ہیں جن سے مدّمقابل تباہ و برباد اور نیست و نابود ہو کر رہ جائے۔ جیسے آجکل بڑی طاقتور قوموں نے جنگوں سے تباہی اور بربادی کی حقیقت جاننے کے باوجود جنگوں کو ایک نفع بخش کاروبار بنا رکھا ہے۔ وہ دونوں جانب اسلحہ بیچتے، وسائل پر قبضہ کرتے اور بیماریوں کا مہنگے داموں علاج کرکے رقم کماتے ہیں اور وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہماری کارروائیوں سے کروڑوں مر رہے ہیں۔ یا اتنی ہی تعداد میں بھوکے مر رہے ہوتے ہیں۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اِن ہولناک جنگوں سے لوگ بیمار بھی ہوں گے اور اُن کا علاج معالجہ کون کرے گا۔ انسانیت کے ناطے یہ باتیں مدّنظر رہنی چاہئیں۔

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ عالمی جنگوں کے مضرّات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جب ایک ملک اپنے مفادات کو ترجیح دینا شروع کر دیتا ہے تو انصاف کا ترازو اعتدال پر نہیں رہتا اور بگڑ جاتا ہے۔ اس ملک کے سیاسی مفاد، مادی اور اقتصادی فوائد حاصل کرنے کی طرف جھک جاتے ہیں۔ بہر طور یہ ایک ایسا گرداب ہے جس میں پھنسے ہوئے لوگ اپنی انا اور نفسانیت کے چکر سے نکل نہیں سکتے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اور عقل و ذہانت عطا ہونے کی وجہ سے جانوروں سے ممتاز ہے۔ اسے صلاحیت عطا کی گئی ہے کہ وہ سکون کی حالت میں بھی سوچنے کی قابلیت رکھتا ہے اور مغلوب الغضب ہونے کے وقت بھی۔ مگر عقل و سمجھ رکھنے کے باوجود اپنے مفادات کے حصول میں وہ ایک دوسرے کو حیوانوں کی طرح چباڈالتے ہیں۔ بدقسمتی سے مذہب پر یقین نہ رکھنے والے اس صورتحال کا الزام مذہب پر ڈالتے ہیں حالانکہ مذہب تو اعلیٰ اخلاق اور رواداری اور تحمل کا سبق دیتا ہے۔"

(خطاب امن کانفرنس 2009ء)

حضور نے فرمایا اقوام متحدہ کا قیام امن قائم کرنے کے لیے ہوا تھا مگر جہاں بھی دنیا میں تصادم ہوا ہے وہ معیار اقوام متحدہ کی کارروائیوں میں حاصل نہیں ہوا جس کی توقع اتنے عظیم ادارہ سے وابستہ تھی۔

حضور نے تنبیہ فرمائی کہ یہی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے دنیا ایک بار پھر بڑی تیزی سے عالمی جنگ کی ہولناکیوں کی طرف بڑھ رہی ہے۔

حضور انور نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اگر تم انصاف کا قیام چاہتے ہو تو دیانت داری سے جھگڑوں کا حل تلاش کرنا ہوگا۔ عدل سے مراد کامل انصاف ہے اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب تمہارے دل تعصبات سے مکمل طور پر پاک ہوں۔ اگر ہم آج کی دنیا کا جائزہ لیں تو ہمیں عدل کہیں نظر نہیں آتا۔ اگر انصاف کے ان اعلیٰ معیاروں کو قائم نہ کیا گیا تو پھر اس کا خطرناک نتیجہ ظاہر ہوگا اور دشمنی کی چنگاریاں ہوا پکڑتی جائیں گی اور اس قدر خوفناک تباہی کا اندیشہ ہے کہ جس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

(امن کانفرنس 2009ء)

حضور انور نے فرمایا کہ

"دوسری جنگ عظیم میں ایشیا میں بھی اور یورپ میں بھی مختلف ممالک تھے جن کا آپس میں تصادم ہوا تھا مگر بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ طاقت کے دو دھڑوں میں جنگ چھڑ گئی۔ لیگ آف نیشنز بے بس ہو گئی۔ آج کی دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مشرق وسطی میں خاص طور پر اسرائیل میں، فلسطین میں، شام میں اور لبنان میں دشمنیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ ایران کے خلاف کارروائیاں ہو رہی ہیں اور جواباً ایران اسرائیل اور مغربی دنیا کے خلاف دھمکیاں جاری کر رہا ہے۔ کچھ ایسے ممالک ہیں جہاں کا اضطراب ان کے داخلی وجوہات اور طاقت کے حصول کے لیے تصادم اور سیاسی وجوہات ہیں جیسا کہ عراق افغانستان اور پاکستان ہیں اور بعض دوسرے ممالک ہیں جہاں بیرونی طاقتوں کی مداخلت کے نتیجہ میں تصادم ہے جیسا کہ جارجیا اور پولینڈ کی مثال ہے۔ ان ملکوں میں جو کچھ ہو رہا ہے اسے مذہبی جنگ قرار نہیں دیا جاتا۔ جب داخلی جنگ یعنی سول وار ممالک میں شروع ہوتی ہے جیسا کہ افغانستان اور عراق کا حال ہے تو وہاں طاقت کے حصول کے لیے لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ ان ممالک کے اہم جغرافیائی محلِ وقوع کے پیش نظر بعض طاقتور ممالک وہاں اپنے مفادات کی خاطر مداخلت شروع کر دیتے ہیں اور ان کے قدرتی وسائل پر قبضہ کرنے کی کارروائیاں شروع کر دیتے ہیں۔ وہاں کے سیاست دانوں کو خرید کر یا مالی امداد دے کر اختیارات کو اپنے قابو میں کر لیا جاتا ہے۔ صورتحال جو بھی شکل اختیار کرے ان ممالک میں یہ جذبات پائے جاتے ہیں کہ اقوام متحدہ کے ذریعہ جو وعدے ملکوں سے کیے گئے تھے کہ انہیں آزادی، خود مختاری اور تحفظ حاصل ہوگا وہ انہیں نہیں دیا گیا۔ بڑی طاقتوں اور اقوام متحدہ دونوں کی طرف سے یہی صورتحال ہے۔ اس وجہ سے بے چینی بڑھتی جا رہی ہے۔"

(امن کانفرنس سے خطاب 2009ء)

حضور انور نے فرمایا کہ

"یاد رکھیں کہ مثبت تبدیلی صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب وسیع تر مفاد کی خاطر ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھا جائے اور ہمہ وقت انصاف کے ساتھ کام کیا جائے۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ اسلام یہ کہتا ہے کہ انسان وہ بنیاد ہے جس پر امن کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ سو ہمیں وقت کی فوری ضرورت کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ کئی سالوں سے میں متنبہ کر رہا ہوں کہ دنیا ایک اور عالمی جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے اور اب دوسرے لوگ بھی اس نتیجہ پر پہنچ رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اب بعض اہم لوگ یہ کہنے لگے ہیں کہ تیسری عالمی جنگ شروع ہو چکی ہے۔ تاہم مَیں پھر بھی یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے پاس اس جنگ کو روکنے کے لیے ابھی کچھ وقت ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم عدل و انصاف سے کام لیں اور اپنے دیگر ہر قسم کے مفادات کو ایک طرف رکھ دیں۔"

(خطاب تیرہویں امن کامفرنس 2016ء)

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ انسان کی تخلیق کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ احسان عظیم ہے کہ انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر ایسا دماغ عطا فرمایا جس کے استعمال سے وہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ باقی مخلوق اور ہر چیز کو نہ صرف اپنے زیر نگیں کر لیتا ہے بلکہ اس سے بہترین فائدہ اٹھاتا ہے اور ہر نیا دن انسانی دماغ کی اس صلاحیت سے نئی نئی ایجادات سامنے لا رہا ہے۔ جو دنیاوی ترقی آج ہے وہ آج سے دس سال پہلے نہیں تھی اور جو دنیاوی ترقی آج سے دس سال پہلے تھی وہ 20 سال پہلے نہیں تھی۔ اسی طرح اگر پیچھے جاتے جائیں تو آج کی نئی نئی ایجادات کی اہمیت اور انسانی دماغ کی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن کیا یہ ترقی جو مادی رنگ میں انسان کی ہے یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے؟ ہر زمانے کا دنیادار انسان یہی سمجھتا رہا کہ میری یہ ترقی اور میری یہ طاقت، میری یہ جاہ و حشمت، میرا دنیاوی لہو و لعب میں ڈوبنا، میرا اپنی دولت سے اپنے سے کم تر پر اپنی برتری ظاہر کرنا، اپنی دولت کو اپنی جسمانی تسکین کا ذریعہ بنانا، اپنی طاقت سے دوسروں کو زیر نگیں کرنا ہی مقصدِ حیات ہے۔ یا ایک عام آدمی بھی جو ایک دنیادار ہے جس کے پاس دولت نہیں وہ بھی یہی

سمجھتا ہے بلکہ آج کل کے نوجوان جن کو دین سے رغبت نہیں دنیا کی طرف جھکے ہوئے ہیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ جو نئی ایجادات جو ہیں، ٹی وی ہے، انٹرنیٹ ہے، یہی چیزیں اصل میں ہماری ترقی کا باعث بننے والی ہیں اور بہت سے ان چیزوں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ پس یہ انتہائی غلط تصور ہے۔ اس تصور نے بڑے بڑے غاصب پیدا کئے۔ اس تصور نے بڑے بڑے ظالم پیدا کئے۔ اس تصور نے عیاشیوں میں ڈوبے ہوئے انسان پیدا کئے۔ اس تصور نے ہر زمانہ میں فرعون پیدا کئے کہ ہمارے پاس طاقت ہے، ہمارے پاس دولت ہے، ہمارے پاس جاہ و حشمت ہے۔ لیکن اس تصور کی خدا تعالیٰ نے جو ربّ العالمین ہے، جو عالمین کا خالق ہے، بڑے زور سے نفی فرمائی ہے۔ فرمایا کہ جن باتوں کو تم اپنا مقصد حیات سمجھتے ہو یہ تمہارا مقصد حیات نہیں ہیں۔ تمہیں اس لئے نہیں پیدا کیا گیا کہ ان دنیاوی مادی چیزوں سے فائدہ اٹھاؤ اور دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات:57) اور مَیں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15، جنوری 2010ء)

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے اِس بے حیثیتی کے باوجود ہمیں اشرف المخلوقات ہونے کا مقام دیا ہے اور ہمارے سپرد بعض کام کئے ہیں اور ہماری پیدائش کی ایک غرض یہ بتائی ہے کہ اس کا ہم نے عابد بننا ہے۔ لیکن دنیا کی اکثریت اس غرض پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ دنیا کی لہو و لعب نے، اس کھیل کود نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ شیطان نے اسے اپنے جال میں پھنسا لیا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پر ایمان لانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہیں، وہ اس غرض کو یاد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو تمام قدرتوں کا مالک ہے، غالب ہے، جس نے زمین و آسمان پیدا کیا ہے، خالق ہے، بے شمار قسم کی مخلوق اِس زمین پر اُس نے پیدا کر دی ہے۔ اُس کو اس زمین پر اپنی عبادت کروانے اور اپنی بادشاہت کے قیام کے لئے کسی انسان کی مدد کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اس نے اپنے بندوں کو عقل و شعور دے کر اس طرف توجہ دلائی کہ مَیں نے تمہیں اس عقل و شعور کے ساتھ یہ آزادی بھی دے دی ہے کہ میرے انبیاء جو تعلیم میری طرف سے لے کر آئیں ان پر ایمان لاؤ یا انکار کر دو۔ یہ تمہاری آزادی ہے۔ اگر عقل اور علم کا صحیح استعمال کرو گے تو ایمان لانے والے اور اس تعلیم پر عمل کرنے والے ہو گے۔ تو پھر مَیں تمہیں ان لوگوں میں شمار کروں گا جو میری بادشاہت کے قائم کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ جو انکار کریں گے ان کا شمار ان لوگوں میں ہو گا جو شیطان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ پس فرماتا ہے کہ میرے بندے اور مجھے معبود سمجھنے والے وہی لوگ ہیں جو میری تعلیم اور میرے احکامات پر عمل کرنے والے ہیں۔ وہ احکامات جو مَیں نے انبیاء کے ذریعہ سے نازل فرمائے اور جن کی انتہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری شرعی کتاب قرآن کریم کی صورت میں ہوئی۔ اب کوئی احکامات لانے والا نہیں مگر وہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے۔ پس اس تعلیم کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں بھیجا تا کہ دنیا کو معبود حقیقی کی پہچان کروائیں۔ خدا میں اور اس کی مخلوق میں جو دُوری پیدا ہو گئی ہے، جو فاصلے بڑھ گئے ہیں اور بڑھتے چلے جا رہے ہیں، ان کو ختم کر کے اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان حقیقی تعلق قائم کریں"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ نومبر 2007ء)

(کمپوزڈ: مسز بقعۃُ النور۔ جرمنی)

✡✡✡✡